'محفوظ راستہ'

مجدد الف ثانیؒ / ترجمہ: سید احمد عروج قادریؒ

اے فرزند! دنیا آزمایش و ابتلا کی جگہ ہے۔ اس کے ظاہر کو طرح طرح کی ملمع کاریوں سے مزین کیا گیا ہے۔ خیالی و وہمی خال وخط اور زلف وخد سے آراستہ ہے۔ دیکھنے میں شیریں اور تروتازہ لیکن حقیقت میں یہ دنیا ایک مُردار ہے۔ عطر لگایا ہوا، گندگیوں کا ایک ڈھیر ہے۔ مکھیوں اور کیڑوں سے بھرا ہوا ایک سراب ہے۔ آب نما اور ایک مٹھاس ہے زہریلی۔ اس کا باطن، ظاہر کے برعکس خراب وابتر ہے، اور مزا یہ ہے کہ ان گندگیوں کے باوجود اس کا معاملہ اپنے چاہنے والوں کے ساتھ نہایت بُرا ہے۔ اس کا فریفتہ، دیوانہ ومسحور ہے اور اس کا گرفتار، فریب خوردہ ومجنون۔ جو بھی اس کے ظاہر پر ریجھا نقصانِ ابدی اس کے پلّے پڑا، اور جو بھی اس کی حلاوت وطراوت پر مائل ہوا ندامت سرمدی [دائمی ندامت] اس کے حصے میں آئی۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: دنیا اور آخرت سوکنیں ہیں۔ اگر ایک راضی ہوئی تو دوسری ناخوش۔ لہٰذا جس نے دنیا کو راضی کیا آخرت اس سے ناراض ہوئی۔ آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔ اللہ ہمیں اور تمھیں دُنیا اور دُنیاداروں سے پناہ میں رکھے۔ آمین!

اے فرزند! اللہ تعالیٰ نے کمالِ مہربانی سے تجھے ابتداے جوانی میں توبہ کی توفیق عنایت کی تھی۔ مجھے معلوم نہیں کہ نفس وشیطان کے قبضے سے چھٹکارا پاکر تجھے توبہ پر ثبات وقرار میسر ہوا یا نہیں۔ بظاہر تو استقامت مشکل نظر آتی ہے کیونکہ موسم عنفوان جوانی کا ہے، دنیا کے اسباب میسر ہیں، اور نامناسب دوستوں، ہم نشینوں کی کثرت ہے۔ کام یہ ہے کہ فضول مباحات سے بچا جائے

اور بقدرِضرورت پر اکتفا کی جائے، اور مباحات کا بقدرِضرورت استعمال بھی جمعیت خاطر کی نیت سے ہونا چاہیے تاکہ وظائف بندگی ادا کرنے میں تشویش پیدا نہ ہو۔ مثلاً کھانے کی غرض یہ ہے کہ اداے طاعات پر قوت وقدرت نصیب ہو، اور لباس کا مقصد یہ ہے کہ اس سے جسم ڈھانپنے اور سردی گرمی دفع کرنے کا کام لیا جائے۔ اسی قیاس پر تمام ضروری مباحات کو سمجھنا چاہیے۔ اکابر نقشبندیہ قدس سرہم نے عزیمت کا عمل اختیار کیا ہے اور حتی الامکان رخصت سے اجتناب کرتے رہے ہیں۔ عزیمتوں میں ایک عزیمت یہ بھی ہے کہ بقدرِضرورت پر اکتفا کیا جائے اور اگر یہ دولت میسر نہ ہو تو مباحات کے دائرے سے نکل کر مشتبہ اور حرام چیزوں کی طرف ہرگز نہ جانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے کمالِ کرم سے مباحات اور نعمتوں کا دائرہ خود ہی بہت وسیع کر دیا ہے۔ ان نعمتوں سے قطع نظر کون سا عیش اس بات کے برابر ہے کہ بندے کا مولیٰ اس کے کردار سے راضی ہو، اور کون سی جفا اس بات کے برابر ہوگی کہ اس کا آقا اس کے اعمال سے ناراض ہو۔ جنت میں اللہ کی رضا جنت سے بہتر ہے، اور دوزخ میں اللہ کی ناراضی دوزخ سے بدتر ہے۔ اللہ نے انسان کو اپنا بیٹا نہیں بنایا اور نہ اس کو پوری چھوٹ دے دی ہے کہ جو چاہے کرے۔ سوچنا چاہیے اور اپنی عقلِ دُور اندیش کو کام میں لانا چاہیے۔ کل قیامت میں ندامت ونقصان کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ کام کا وقت موسمِ جوانی ہے۔ جواں مرد وہ ہے جو اس وقت کو ہاتھ سے نہ جانے دے اور فرصت کو غنیمت سمجھے۔ یہ بالکل ممکن ہے کہ بڑھاپے تک اسے زندگی ہی نہ ملے اور اگر بالفرض بڑھاپے تک پہنچ گیا تو اطمینان میسر نہ ہو، اور اگر یہ بھی ہو تو ضعف اور سُستی کی وجہ سے کام نہ کر سکے۔

اس وقت اسباب اطمینان میسر ہیں۔ والدین کا وجود بھی اللہ کے انعامات میں سے ہے کہ اس نوجوان کی معیشت کی فکر بھی انھی کے سر ہے۔ موسمِ فرصت ہے اور زمانۂ قوت واستطاعت، پھر کس عذر کی بنا پر آج کو کل پر ٹالا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اداے طاعات میں تاخیر کرنے والے اور ''عنقریب کروں گا، عنقریب کروں گا'' کہنے والے ہلاک ہوئے۔ ہاں، اگر مہمات ومعاملات دنیا کو کل پر چھوڑ دیں اور آج کو اعمالِ آخرت میں مشغول رکھیں تو کیا کہنا۔

عنفوان جوانی کے اس زمانے میں کہ دشمنانِ دین ــــــ نفس وشیطان ــــــ کا غلبہ ہے، تھوڑے عمل کا بھی اتنا اعتبار ہے کہ ان کا غلبہ نہ ہونے کی صورت میں اس سے ۱۰ گنا عمل کا بھی

نہیں۔ فوجی قواعد میں بھی دشمنوں کے حملے و غلبے کے وقت کارگزار سپاہیوں کی بڑی قدر ہے اور اس وقت ان کی تھوڑی دوڑ دھوپ اور کارگزاری بھی لائق اعتبار و نمایاں ہوتی ہے۔

اے فرزند! انسان جو موجودات کا خلاصہ ہے، اس کی تخلیق کا مقصد نہ لہو و لعب ہے اور نہ کھانا اور سونا، بلکہ اس کی تخلیق کا مقصد اللہ کی بندگی، تواضع و انکسار، عجز و فقر اور بارگاہِ قدس میں ہمیشہ التجا و تضرع ہے۔ اللہ کی بندگی و عبادت سے مراد وہ عبادتیں ہیں جن کی تعلیم شریعتِ محمدیؐ نے دی ہے۔ ان عبادتوں کی منفعتیں اور مصلحتیں خود بندوں کو حاصل ہوتی ہیں۔ ان سے خدا کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ اس لیے اوامر کی تعمیل اور نواہی سے پرہیز دل و جان کے جذبۂ احسان مندی اور کامل اطاعت و انقیاد کے ساتھ ہونا چاہیے اور اپنی پوری سعی صرف کر دینی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے مکمل استغنا کے باوجود صرف ہمارے فائدے کے لیے ہمیں اوامر و نواہی سے سرفراز فرمایا۔ ہم محتاجوں کو تو اس نعمت کا شکریہ پورے طور پر ادا کرنا چاہیے۔

اے فرزند! تم جانتے ہو، اگر دنیا کا کوئی زبردست اپنے کسی زیردست کو کسی خدمت پر سرفراز کرتا ہے تو اس حقیقت کے باوجود کہ اس خدمت کا نفع اس حاکم کو بھی ملنے والا ہے، وہ زیردست اس کے حکم کو کس قدر عزیز رکھتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ ایک عظیم القدر شخص نے یہ خدمت اس کے سپرد کی ہے، اس لیے کامل احسان مندی کے ساتھ اس کو بجا لانا چاہیے۔ کیا مصیبت ہے کہ انسان کو رب ذوالجلال کی عظمت اس شخص کی عظمت سے بھی کم نظر آتی ہے کہ اس کے احکام کی بجا آوری میں کوشش نہیں کرتا۔ شرم کرنی چاہیے اور اپنے کو خوابِ خرگوش سے بیدار کرنا چاہیے۔ احکامِ الٰہی کی نافرمانی دو چیز سے خالی نہیں، یا شریعت کی خبروں کو جھوٹ سمجھتا ہے اور باور نہیں کرتا، یا دنیا والوں کی عظمت کے مقابلے میں اللہ کی عظمت حقیر نظر آتی ہے۔ اس بات کی شناعت اور خرابی پر اچھی طرح غور کرنا چاہیے۔

اے فرزند! ایک ایسا شخص جس کی کذب بیانی کا بارہا تجربہ ہو چکا ہے، کہتا ہے کہ دشمنوں کی مسلح فوج فلاں قوم پر شب خون مارنے والی ہے۔ یہ سنتے ہی اس قوم کے عقل مند اپنی محافظت میں لگ جاتے ہیں اور اس بلا کو دفع کرنے کی فکر کرتے ہیں، حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ خبر دینے والا جھوٹ بولنے کا عادی ہے، مگر ان کی دلیل یہ ہوتی ہے کہ جہاں خطرے کا وہم بھی ہو

وہاں عقل مندوں پر احتراز لازم ہے۔ لیکن مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوری تاکید کے ساتھ عذاب اُخروی سے خبردار کیا ہے، اس کے باوجود وہ کچھ بھی متاثر نہیں ہوتے اور ہوتے بھی ہیں تو اس کو دفع کرنے کی فکر نہیں کرتے، حالانکہ اس کو دفع کرنے کی تدبیر بھی مخبر صادق سے معلوم ہو چکی ہے۔ پس یہ کیسا ایمان ہے کہ سچے کی خبر، جھوٹے کی خبر کے برابر بھی اعتبار نہیں رکھتی!

یقین حاصل کرنا چاہیے، کیں صرف صورت اسلام نجات بخش نہیں۔ یقین کہاں ہے، ظن بھی نہیں بلکہ وہم بھی نہیں ہے کیونکہ عقل مند خطرے کے موقع پر وہم کا بھی اعتبار کرتے ہیں۔ اسی طرح اللہ نے کلامِ مجید میں فرمایا ہے: وَ اللّٰہُ بَصِیْرٌۢ بِمَا یَعْمَلُوْنَ (البقرہ ۲:۹۶)''اللہ تمھارے اعمال کو دیکھ رہا ہے''۔ اس کے باوجود لوگ بُرے اعمال میں مشغول ہیں۔ اگر ان کو معلوم ہو کہ کوئی حقیر شخص بھی ان کے اعمال کو دیکھ رہا ہے تو یہ ہرگز عمل شنیع اس کی نظر کے سامنے نہیں کرتے۔ اس کا سبب دو امر سے خالی نہیں۔ اللہ کی خبر کو باور نہیں کرتے، یا اللہ کی اطلاع کا اعتبار نہیں کرتے۔ اس قسم کا کردار، ایمان کی علامت ہے یا کفر کی نشانی؟[1]

اے فرزند! تم پر لازم ہے کہ از سرِ نو تجدید ایمان کرو۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے: ''کلمہ لا الٰہ الا اللہ کے ذریعے اپنے ایمان کی تجدید کرتے رہو''۔ نامرضیات حق سے توبۂ نصوح کا

۱- یہ پورا پیراگراف ذہن نشین کرنے کے لائق ہے خصوصیت کے ساتھ ان لوگوں کو اسے بار بار پڑھنا چاہیے جو ایمان و عمل کی متکلمانہ بحثوں میں گرفتار ہیں، اور یہ گرفتاری اس حد تک بڑھ چکی ہے کہ اس وقت مسلمانوں کو ان کی بے ایمانی و نفاق پر ڈرانا اور اسلامِ حقیقی کی طرف بلانا، ان کے نزدیک جرم بن گیا ہے۔ اہلِ السنۃ والجماعۃ کا یہ مسلک ضرور ہے کہ بے عمل مسلمان کے لیے بھی خلود فی النار نہیں ہے۔ لیکن یہ بات اس پر موقوف ہے کہ خاتمہ بالخیر ہوا ہو، لیکن کیا انتہائی بے حسی اور فرائض و واجبات سے بھی جان بوجھ کر اعراض خاتمہ بالخیر کی توقع پیدا کرتا ہے؟ اس سلسلے میں حضرت مجدد نے ایک دوسرے مکتوب میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے، وہ اللہ کا کچھ بھی خوف رکھنے والے آدمی کے دل کو کپکپا دینے کے لیے کافی ہے۔ لکھتے ہیں: ''ہاں، مطلق اہلِ اسلام کو، خاتمہ بالخیر ہونے کی صورت میں رحمت الٰہی کا حصہ ملے گا، اگرچہ وہ طویل زمانے کے بعد دوزخ سے نجات پائیں گے لیکن گناہوں کی تاریکیاں اور احکامِ الٰہی سے بے پروائی، کب چھوڑتی ہے کہ ایسے لوگ، نورِ ایمان سلامت لے جائیں۔ علما نے فرمایا ہے کہ گناہِ صغیرہ پر اصرار، گناہِ کبیرہ تک پہنچاتا ہے اور گناہِ کبیرہ پر اصرار، کفر تک پہنچا دیتا ہے۔ اللہ ہم سب کو اس سے پناہ میں رکھے'' (مکتوبات، جلد ۱، نمبر ۹۶)۔ اس تنبیہ کے باوجود اگر کوئی بے عمل و بے پروا مسلمان اس خیالِ خام میں مبتلا ہو کہ آخرکار وہ جنت حاصل کر کے رہے گا تو اسے نادانی اور کج فہمی کے سوا اور کیا کہا جائے۔

از سرِ نو اعادہ کرو۔ جن امور کو حرام قرار دیا گیا ہے اور ان سے نہی فرمائی گئی ہے، ان سے محترز و مجتنب رہو۔ پنج وقتہ نماز باجماعت ادا کرو، اگر قیامِ لیل ـــــ تہجد ـــــ میسر ہو تو زہے سعادت! مال کی زکوٰۃ دینا بھی ارکانِ اسلام میں سے ہے، اسے ضرور ادا کرو۔ زکوٰۃ ادا کرنے کا سب سے زیادہ آسان طریقہ یہ ہے کہ اپنے مال میں سے جو کچھ فقرا کا حق ہے ہر سال زکوٰۃ کی نیت سے الگ محفوظ کر دے اور پورے سال اس کو مصارفِ زکوٰۃ میں صرف کرتا رہے۔ اس طرح ہر مرتبہ ادائے زکوٰۃ کی نیت ضروری و لازم نہ رہے گی، یعنی ایک ہی دفعہ زکوٰۃ کی نیت کر کے اس کو علیحدہ کرنا کافی ہوگا۔ (تمام فرائض کی طرح زکوٰۃ کی ادایگی کا بھی اصل طریقہ یہی ہے کہ اس کو اجتماعی طور پر ادا کیا جائے، لیکن جہاں کہیں اجتماعی نظم موجود نہ ہو، وہاں انفرادی طور پر ادا کرنے سے بھی زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے۔ مترجم)

اسی طرح تمام عبادتوں میں خیال رکھو، کسی عبادت کی ادایگی میں اپنے نفس کو ڈھیل نہ دو۔ بندوں کے حقوق ادا کرنے میں بھی سعیِ بلیغ کرو تاکہ کسی کا حق تمھارے ذمے باقی نہ رہ جائے۔ یہاں دنیا میں ان کا ادا کرنا آسان ہے، کل قیامت میں یہ آسانی باقی نہ رہے گی۔ وہاں کی جواب دہی مشکل اور ناقابلِ علاج ہے۔ احکامِ شرعیہ علمائے آخرت سے پوچھنے چاہییں۔ ان کی باتوں میں تاثیر ہی دوسری ہے۔ ممکن ہے کہ ان کے کلام کی برکت توفیقِ عمل دے دے۔ علمائے دنیا سے ـــــ جنھوں نے علم کو مال اور جاہ و مرتبے کے حصول کا ذریعہ و وسیلہ بنا لیا ہے ـــــ دُور رہنا چاہیے۔ ہاں، جہاں متقی علما موجود نہ ہوں وہاں بقدرِ ضرورت ان سے مسئلہ دریافت کر سکتے ہو۔

اے فرزند! یہ مسئلے اور نصیحتیں تمھیں پہلے سے معلوم ہوں گی لیکن مقصود عمل ہے نہ کہ صرف علم۔ جو بیمار اپنے مرض کی دوا جانتا ہے وہ جب تک اسے استعمال نہ کرے، صحت یاب نہیں ہو سکتا۔ یہ مبالغہ و تاکید بھی عمل ہی کے لیے ہے ورنہ علمِ بے عمل کے بارے میں تو یہ حدیث آئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت میں سخت ترین عذاب اس عالم پر ہوگا جس نے علم کے مطابق عمل نہیں کیا۔ (مکتوبات امام ربانی، جلد۱، نمبر۷۳، زندگی، جولائی ۱۹۵۵ء)